یوسفی اپنی آخری کتاب کے آئینے میں

ڈاکٹر اسد رضا

F-97 سیکٹر 7، جسولہ وہار، نئی دہلی۔110025، موبائل:9873687378

اردو کے عہد ساز اور منفرد طنز و مزاح نگار مرحوم مشتاق احمد یوسفی نے اپنی زندگی میں دنیائے طنز و مزاح کو پانچ کتابیں عطا کیں۔ان کی پہلی کتاب ۱۹۶۱ء میں ''چراغ تلے'' کے زیر عنوان منظر عام پر آئی جبکہ دوسری کتاب ۱۹۷۰ء میں ''خاکم بدہن'' تیسری کتاب ۱۹۷۶ء میں ''زرگزشت'' کے عنوان سے شائع ہوئی۔۱۹۸۹ء میں یوسفی مرحوم کی چوتھی کتاب ''آب گم'' منظر عام پر آئی اور ۲۰۱۴ء میں ان کی آخری اور پانچویں کتاب ''شام شعرِ یاراں'' اشاعت پذیر ہوئی۔ چونکہ اس عظیم طنز و مزاح نگار کی اولین چار کتب کے بارے میں اردو اسکالرس نے بہت کچھ لکھا ہے۔لہٰذا ہم یوسفی مرحوم کی آخری کتاب کے آئینے میں ان کے فکر و فن اور اسلوب کا جائزہ لیں گے۔

تاہم جائزہ لینے سے قبل ہم اس اعتراض کا جواب بھی دینا چاہتے ہیں جو کچھ ناقدین کرتے ہیں کہ یوسفی نے ۹۵ سال کی اپنی زندگی میں محض پانچ کتابیں تحریر کیں جبکہ اردو کے دیگر طنز و مزاح نگاروں کی کتب تعداد کے لحاظ سے نسبتاً زیادہ ہیں۔اس سلسلہ میں عرض ہے کہ دیگر طنز و مزاح نگاروں کی عام کتاب کی ضخامت عموماً سوا سو تا دو سو صفحات ہوتی ہے، لیکن یوسفی کی پانچویں کتاب ہی ۲۴۴ صفحات کی حامل ہے جبکہ زرگزشت کی ضخامت ۳۳۲ صفحات ہے۔ ان کی دیگر کتب بھی ضخیم ہیں۔ اسی لیے کہا جاسکتا ہے کہ دیگر طنز و مزاح نگاروں کی دس کتب کے مقابلے میں مشتاق احمد یوسفی کی پانچ کتب کیفیتی اور کمیتی دونوں لحاظ سے بھاری ہیں۔لہٰذا یہ کہنا نامناسب ہے کہ مرحوم یوسفی نے کم لکھا۔ دراصل انھوں نے بہت لکھا، لیکن سوچ سمجھ کر اور ضروری ترمیم و تنسیخ کے بعد ہی اپنی کتاب کو زیور طباعت سے آراستہ کرایا۔

یوسفی مرحوم کی آخری کتاب ''شام شعر یاراں'' ۲۱ دلچسپ مضامین کا مجموعہ ہے جن میں سے اکثر خطبات اور تقاریر ہیں اور چند طنز و مزاح کے حامل مضامین ہیں، لیکن ہر مضمون میں ذائقہ دار زبان، لذیذ فقروں، جملوں، اشعار اور نئی لفظیات کے ساتھ ساتھ خود مشتاق احمد یوسفی بھی موجود ہیں۔کتاب کا پہلا مضمون ہے ''قائد اعظم فوجداری عدالت میں''، ہے، جس میں قائد اعظم کا تذکرہ کم اور مصنف وان کے دوست کلدیپ نرائن ٹلّو، مرزا اور مسرور حسن وغیرہ کا ذکر خیر و بد زیادہ ہے، لیکن اس مضمون میں بھی طنز و مزاح بار بار سر ابھارتے ہیں۔مثلاً جب یوسفی کے دوست نے ان سے کہا ''قوی اندیشہ ہے کہ کالج کی ۲۱ لڑکیاں آپ پر باجماعت عاشق ہوجائیں گی۔''

''۲۱ ہی کیوں؟'' مجھ سے نہ رہا گیا۔

''کیا کریں کالج میں بدصورت لڑکیوں کی تعداد بس اتنی ہی ہے۔''

کتاب کا دوسرا مضمون ''کیس ہسٹری'' دراصل یوسفی صاحب کی وہ تقریر ہے جو انھوں نے پاکستان سوسائٹی آف فزیشینز کے سالانہ ڈنر میں کی تھی۔اس تقریر نما مضمون یا مضمون نما تقریر میں جہاں مصنف نے طنز کے تیر چلائے اور مزاح کے پھول کھلائے ہیں، معالجین کو چند دلچسپ اور فکر انگیز نصیحتیں بھی کیں۔مثلاً اس مضمون میں وہ صفحہ ۴۸ پر لکھتے ہیں:

> ''کسی بھی ملک کی طبی سہولتوں کی حصولیابی اور معیار کو اس طرح نہیں جانچا جاتا کہ اس کے متمول طبقے کو علاج معالجے کے کیسے اعلیٰ اور جدید ترین وسائل حاصل ہیں بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ عام آدمی کی دسترس میں کتنی اور کیسی سہولتیں ہیں۔''

اگرچہ یوسفی مرحوم پر ترقی پسندی یا جدیدیت کا لیبل چسپاں نہیں کیا جاسکتا تاہم وہ عوام دوست، انسانیت پرست اور روشن خیال مصنف اور معروف ترقی پسند شاعر فیض احمد فیضؔ کے مداح تھے، جس کا ثبوت زیر بحث کتاب میں ان کا تیسرا مضمون ''ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے'' ہے جس میں یوسفی صاحب صفحہ ۵۸ پر تحریر کرتے ہیں:

> ''فیض صاحب کی طبیعت میں صبر و تحمل، قوت برداشت اور بردباری کوٹ کوٹ کر بھری تھی بلکہ بلحاظ مقدار ایسا لگتا تھا کہ کوٹ کوٹ کر نہیں سالم بھر دی گئی ہے۔'' اسی صفحہ کے آخری پیراگراف میں یوسفی لکھتے ہیں: ''بعض باتیں ایسی ہیں جو فیض صاحب کے مزاج اور مسلک کے خلاف تھیں۔مثلاً انھیں کبھی روپے کا ذکر کرتے نہیں سنا۔اپنی کسی ضرورت کا ذکر کرتے نہیں سنا۔زمانے کی شکایت یا اپنے سیاسی مسلک کے بارے میں نثر میں کبھی گفتگو کرتے ہوئے نہیں سنا۔کسی کی غیبت اور برائی نہیں سن سکتے تھے۔

کوئی ان کے سامنے ادبدا کر کسی کا ذکر بدی کرتا تو وہ اپنا ذہن، زبان اور کان سب کچھ سوئچ آف کر دیتے تھے۔''

کتاب کا چوتھا مضمون انڈس ویلی اسکول آف آرٹ اینڈ آرکیٹیکچر'' ہے۔ پانچواں مضمون'' کلاح مریزی'' اور چھٹا مضمون'' فرمودات فیضی'' ہے۔ اس مضمون کا آغاز ہی ایک نہایت دلچسپ اور طنز آمیز جملے سے ہوتا ہے۔ یوسفی صاحب لکھتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کیونکہ یہ جملہ تحریر کم تقریر سے اخذ کیا گیا ہے۔''صاحب شام جناب دوست محمد فیضی چار بار منسٹر رہ چکے ہیں۔ اس کے باوجود عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ ساتویں مضمون'' خطبہ جلسۂ عطائے اسناد، لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز'' میں مصنف کا یہ فکر انگیز رواں دواں اور پرمزاح جملہ ملاحظہ فرمایئے۔'' حقیقت یہ ہے کہ گانا، گنتی، گلہ گزاری اور گالی اپنی ہی زبان میں مزہ دیتی ہے۔ بڑے سے بڑا ہفت زبان بھی نوٹ اپنی مادری زبان میں ہی گنتا ہے۔''

کتاب کا آٹھواں مضمون'' نیرنگ فرہنگ'' اور نواں مضمون ''مہردونیم'' ہے۔ دسواں مضمون ایک خاتون افسانہ نگار بشریٰ رحمٰن کی کتاب کے اجرا کے موقع پر پڑھا گیا تھا۔ گیارہواں مضمون'' یادِ یارِ طرح دار'' ہے جو ابن حسن برنی مرحوم کی یاد میں منعقد جلسہ میں خطبۂ صدارت کے طور پر مصنف نے پڑھا تھا۔ اس مضمون میں یوسفی مرحوم کراچی کے بارے میں یہ دلچسپ جملے لکھتے ہیں:

''جو شخص کراچی میں رہتے ہوئے کراچی کی برائی نہ کرے اس کی بینائی اور گویائی دونوں میں شبہ ہے اور جو کراچی چھوڑنے کے بعد اسے بے طرح یاد نہ کرے اس کی معقولیت اور احسان مندی میں کلام ہے۔'' (ص: ۱۸۴، شامِ شعرِ یاراں)

بارہواں مضمون'' آم، روہو اور بچھو'' امروہہ شہر کے بارے میں ہے جس میں مشتاق احمد یوسفی بہتان و دشنام کے کھیل میں ملوث ادیبوں اور سیاست دانوں کے لیے یہ طنز آمیز مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ہمارے چند سیاست دانوں، شاعروں، لکھکوں، نقادوں، اخباروں اور رسالوں کے مدیروں کو بچھوؤں کے ساتھ چند روز گزارنے کے لیے سرکاری خرچ پر امروہہ بھیجا جائے تاکہ ان کے فیضانِ صحبت سے یہ حضرات اپنے معاصرین کو کاٹنا اور ڈنک مارنا چھوڑ دیں۔''

یوسفی مرحوم کی اس آخری کتاب کا تیرہواں مضمون'' سیدِ سمندری'' اور چودھواں مضمون'' ضمیر واحد اور تبسم'' ہے جو معروف و مقبول شاعر ظرافت سید ضمیر جعفری سے متعلق ہے۔ اس مضمون میں صفحہ ۲۸۴ پر یوسفی طنز و مزاح سے سرشار یہ جملے لکھتے ہیں۔''میں سوچنے لگا کہ مرزا غالب تو ڈھلتی جوانی میں کلکتے گئے اور ہائے ہائے کرتے لوٹے۔ کرنل محمد خاں کو آفریں صد آفریں کہ ریٹائرمنٹ کے بعد جب ان کا بڑھاپا شباب پر تھا، طوافِ کوئے سیاحت وملامت اور میموں کی زیارت کو نکلے۔''

کتاب کا پندرہواں مضمون'' مسند صدارت پر اولتی کی ٹپاٹپ'' اور سولہواں مضمون'' شاہ جی کی کہانی دوسرے شاہ جی کی زبانی'' ہے۔ سترہواں دلچسپ مضمون'' الطاف گوہر اور گڑ کی ڈلی'' ہے۔ جس میں فیلڈ مارشل جنرل ایوب خاں کا ذکر خیر وبد نہایت طنز آمیز زبان میں کیا گیا ہے۔ اٹھارہواں مضمون'' یہاں کچھ پھول رکھے ہیں''ہے، جو شاہدہ حسن کی کتاب کے اجرا سے متعلق ہے، لیکن انیسواں مضمون'' پلکوں سے پنٹ کرنے والا مصور'' مشہور مصور شاہد رسام کے بارے میں ہے اور کافی دلچسپ ہے۔ کتاب کا آخری یعنی اکیسواں مضمون'' قصہ خوانی بازار سے کوچۂ ماضی گیراں تک'' ہے۔ ۶۸ صفحات پر مشتمل یہ مضمون یادوں، باتوں اور ملاقاتوں پر مشتمل ایک تجرباتی تحریر ہے۔ جس میں پشاور سے متعلق واقعات کا دلچسپ ذکر خیر وبد ہے۔

اس کتاب کے تمام مضامین یا خطبات یوسفی میں مرکزی کردار خود مصنف ہی ہیں، لیکن طنزیہ ومزاحیہ جملوں اور تحریف شدہ یا ترمیم شدہ اشعار نیز اردو کے علاوہ دیگر زبانوں مثلاً انگریزی، ہندی اور پنجابی وغیرہ کے الفاظ اور محاوروں کا استعمال مصنف کے ساتھ ساتھ دیگر کردار بھی کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک بڑے مضمون میں ایک یا دو ضمنی مضامین بھی داخل ہو جاتے۔ مثال کے طور پر پہلے مضمون کا عنوان اگرچہ قائداعظم ہے، لیکن ان کا ذکر مضمون میں ۱۲ صفحات کے بعد شروع ہوتا ہے۔ قائداعظم سے قبل مصنف کے دوست مسرور حسن خاں کے بارے میں ایک ضمنی مضمون ہے۔ تاہم تسلسل کی کمی کے بغیر بھی یوسفی صاحب کے شگفتہ اور خار طنز کے حامل جملے قاری کی دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں۔ اگرچہ اکیسویں صدی میں ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ اور موبائل کی وجہ سے عموماً قارئین ناول یا طویل مضامین کو کم پسند کرتے ہیں، لیکن مشتاق احمد یوسفی نے اپنی آخری کتاب میں بیشتر مضامین طویل ہی لکھے ہیں۔ اس کے باوصف کتاب اردو دنیا میں پسند کی گئی۔ چونکہ یوسفی صاحب نے یہ کتاب اپنی عمر کے آخری پڑاؤ یعنی تقریباً ۸۰ تا ۸۵ سال کی عمر میں لکھی لہٰذا'' شامِ شعرِ یاراں'' میں وہ تازگی، جولانی اور روانی نہیں جو ان کی اولین چار کتب میں محسوس ہوتی ہے۔ تاہم یہ بات اہم ہے کہ انھوں نے عمر کی نویں دہائی میں بھی لکھنا ترک نہیں کیا ورنہ اکثر ادیب نویں دہائی سے پہلے ہی اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں اور اگر لکھتے بھی ہیں تو زورِ بیان ناتواں ہو جاتا ہے، وہ خود کو دوہرانے لگتے ہیں اور ان کی تحریر میں تسلسل متاثر ہونے لگتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ مشتاق احمد یوسفی کا اعجازِ قلم ہے کہ وہ اپنی عمر کی نویں دہائی میں بھی اردو دنیا کو'' شامِ شعرِ یاراں'' کی شکل میں اپنی پانچویں ضخیم کتاب دے کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ وہ نہیں ہیں تو انہیں یاد کرے ہے دنیا۔ ○○